ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

لسانی تشکیلات کی تحریک اور انیس ناگی کی نظم نگاری

☆ڈاکٹر سجاد نعیم

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

☆☆جویریہ ظفر

ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

☆☆☆محمد اویس

ریسرچ اسکالر ایم فل، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Abstract:

Concepts of language have also been changing in every changing age. Urdu language and literature is also going through the same stages. There was once a movement like ambiguity to beautify the language. Then when it was realized that some words are an obstacle in making Urdu beautiful, so the update movement gave him a new outfit to Urdu. Similarly, as a result of various movements, new terms and specific styles came into existence. The language formation movement began in the 1960s. It was consciously thought that new words were necessary for new concepts."Anees Nagi" played a role in expanding the language formation movement. He saved words from becoming meaningless under the guise of linguistic formations. Thought has also been given importance in the process of linguistic formation which he has devised. It is natural to change words to describe the complexity of an idea. Similarly, in the case of Anees Nagi, linguisticsthe experience of configuration emerges as a creative experience.

پاکستان میں جب ۱۹۶۰ء کی دہائی میں جدیدیت کا آغاز ہوا تو اس کے ساتھ ہی لسانی تشکیلات کا نظریہ عمل میں آیا۔اس تحریک کے آغاز میں جن لوگوں کے نام نمایاں تھے ان میں انیس ناگی، افتخار جالب ، جیلانی کامران اوروزیر آغا شامل ہیں۔لسانی تشکیلات سے وابستہ لوگوں کا خیال تھا کہ تخلیق کار زبان کے حوالے سے رجعت پسند نہیں ہوسکتا۔تازہ کار تخلیق کار اپنی تخلیقات کے ذریعے ہی زبان کا دامن وسیع کرتا ہے۔وہ کبھی بھی زبان کی حدود و قیود کا حامی نہیں ہوسکتا۔لسانی تشکیلات کے حامیوں نے زبان ، موضوع ، کرافٹ اور ہئیتی سطح پر تبدیلیاں لانے کے لیے مختلف تجربات کیے۔ان لکھاریوں کا خیال تھا کہ ماضی میں تخلیقی اظہار کے جو پیمانے بھی رائج رہے ہیں وہ اپنے مخصوص عہد تک تو قابل قبول تھے مگر اب جدید عہد متنوع تخلیقی محرکات رکھتا ہے۔اس لیے ہمیں اپنے شعرو ادب میں بدلائو لانا چاہیے۔ڈاکٹر رشید امجد اپنے مضمون " پاکستانی ادب کے نمایاں رجحانات " میں لکھتے ہیں کہ :

"ساٹھ کی دہائی میں جو نسل سامنے آئی اس نے خود کو اعلانیہ غیر نظریاتی کہا۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ترقی پسند تحریک کی وجہ سے خارجی حقیقت نگاری کا جو رجحان پروان چڑھا تھا وہ داخل کی طرف مڑگیا۔کردار سائے بن کر بے نام ہوئے اور ٹھوس واقعات کی بجائے خیال اور آئیڈیا کہانی میں اہم ہوئے۔شاعری میں بھی جو افسانے مقابلے میں داخلی احساسات کی زیادہ ترجمان ہوتی ہے ،داخلیت پسندی گہری ہوکر نفسیاتی دروں بینی اور دوسری ذات کی تلاش کی محرک ہوئی۔نئی لسانی تشکیلات ، استعارہ سازی کا نیا تصور ، علامت و تجرید کی بحثیں موضوعات پر حاوی ہوگئیں۔"[۱]

۱۹۶۰ء کی دہائی میں‌جب جدیدیت اور لسانی تشکیلات کی تحریک عروج پر تھی تو کئی ناقدین نے اس موضوع پر مضامین تحریر کیے جن میں افتخار جالب، تبسم کاشمیری ، سید عبداللہ،فتح محمد ملک ، جیلانی کامران ، انیس ناگی ، گوہر نوشاہی اور احمد ندیم قاسمی کے نام اہم ہیں۔افتخار جالب نے ان مضامین کو "نئی شاعری " کے نام سے کتابی صورت میں شائع بھی کیا۔ جب مارشل لاء نافذ کیا گیا اور پاک بھارت جنگ چھڑی تو لسانی تشکیلات کا عمل تیز ہوگیا۔اس طرح غزل کی ہئیت اور اس کے موضوعات پر بھی سوال اٹھنا شروع ہوگئے اور زبان کے ساتھ نئی ہئیتوں کی تلاش کا عمل بھی جاری ہوا۔یوں ہائیکو ، نثری نظم اور انشائیہ وغیرہ کو بے پناہ مقبولیت ملی۔افتخار جالب اپنے شعری مجموعے " مآخذ" کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

"شعرو ادب پر کب تک گرامر والے حکمران رہیں گے۔ان سے نجات حاصل کرنا ہی چاہیے۔وہ زبان جو ادبی وراثت میں مختلف ادوار کی ٹھوکروں ، ترقیوں ، پابندیوں اور زیبائش و آرائش سے مختلف طبائع کی ہنگامہ پروری ، کور ذوقی یا خوش ذوقی سے، تخریب ، تعمیر ،محنت ، دسترس ، نارسائی ، کم فہمی اور ہیچ مدانی سے اور سننے والوں کی اجتماعی تلازماتی کیفیتوں ، گردو پیش ، رنگا رنگیوں ، طوائف الملوکیوں ،پریشانیوں اور مختلف مقامی اور غیر ملکی وسیلوں ، امنگوں ، سانچوں ، حکائتوں ، داستانوں اور ضرب المثلوں سے ہم تک پہنچی ہے اسے بعینہ برقرار نہیں رکھا جاسکتا [۲]"۔

اس تحریک کے ذریعے تخلیق کاروں کی ذہنی تربیت ہوئی اور ایک نئی لہر کے تحت انہوں نے جو کچھ تخلیق کیا اس نے ادب پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔شعری زبان ، کرافٹ اور ڈکشن کی تشکیل نو ہوئی جس سے موضوعات میں بھی تنوع آیا۔۔لسانی تشکیلات کے شاعر یورپ سے متاثر تھے اور انہوں نے مغربی تحریکوں کے اثرات بھی قبول کیے۔چونکہ نئی نظم کا آغاز بھی ساٹھ کی دہائی میں ہی ہوا ، اس لیے نظم کے جو موضوعات ہمارے سامنے آتے ہیں ان میں لایعنیت ، وجودیت ، علامت ، ابہام اور اشاریت نمایاں ہے۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اپنے مضمون " اردو نظم کے پچاس سال" میں رقم طرازہیں کہ:

"یورپ میں مصوری ، شاعری ، اور بعض دیگر فنون کے جو نئے نئے دبستان وجود میں آچکے تھے ان سے یہ لوگ بہت متاثر تھے۔فلسفے میں وجودیت(موجودیت)ان کی بنیاد تھی اور معاشرے کی بجائے فرد کی اہمیت ان کا مطمع نظر تھا۔یورپ کے نئے لکھنے والوں کی طرح ان کا خیال تھا کہ مروجہ زبان ان کے اظہار کے لیے ناکافی ہے۔اس لئے وہ زبان کی تشکیل نو کے عمل پر کمربستہ تھے۔"[۳]

بعض ناقدین نے نئی نظم اور لسانی تشکیلات کے عمل کو میکانکی قرار دیا اور اس تحریک پر سوالات اٹھانے شروع کردیے۔ان کا خیال تھا کہ یہ تحریک زبان کو بنانے کی بجائے بگاڑنے میں مصروف ہے۔لسانی تشکیلات کے اس عمل کی کوئی ضرورت اور اہمیت نہیں او راس تحریک سے وابستہ لوگوں کی نظموں میں سوائے ابہام کے اور کیا ہے۔مگر جب ایسے سوالات اور اعتراضات اٹھنا شروع ہوئے تو کچھ ایسے ناقدین بھی سامنے آئے جنھوں نے لسانی تشکیلات کی افادیت اور مثبت پہلوئوں کی نشاندہی کی۔رفیق سندیلوی اپنے ایک انٹر ویو میں اس متعلق بات کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

"لسانی تشکیلات کے حوالے سے لکھی گئی نظم کو مردود ٹھہرایا جانا بھی درست نہیں۔یا ایسا کرنا بھی دراصل ترقی پسندی سے مخصوص ہے۔اسی طرح جو لوگ عدم ابلاغ کا مسئلہ زیرِبحث لانے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔اس حوالے سے اگر دیکھیں تو افتخار جالب نے شعور کے ساتھ لاشعور کے مسائل کا بھی اظہار کیا ہے سو یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ان کے خیالات منفی ہیں،اور جیلانی کامران کے مذہبی ، بلکہ سوچنا چاہیے کہ لاشعور بھی کچھ ہے صرف شعور ہی نہیں۔شعور کی باتوں میں لاشعور کو بھلا دیا جاتا ہے۔لسانی تشکیلات کے معتبر ناموں کو نئے سرے سے دیکھنے اور ان کے قدبت کو محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔"[۴]

لسانی تشکیلات سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ لفظوں کی ہیر پھیر سے تجربات کیے جائیں بلکہ لسانی تشکیلات کا عمل موضوع ، ہئیت اور اسلوب سے بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔بعض اوقات ایسے خارجی حالات ہوتے ہیں کہ شاعر شعوری طور پر مختلف تجربات کرتا ہے اور شاعری کی فضا تبدیل ہوجاتی ہے۔اس سے پہلے کہ ہم انیس ناگی کی نظموں کا لسانی تشکیلات کے تناظر میں مطالعہ کریں ، ان کا مختصر تعارف ضروری ہے۔انیس ناگی۱۰ستمبر ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ان کا شمار اردو ادب کے نامور ناول نگار ، شاعر ، محقق ، نقاد ، مترجم اور کالم نگاروں میں ہوتا ہے۔وہ ستر سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔انہوں نے ۷ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو لاہور میں وفات پائی۔انیس ناگی کی نظموں کا کلیات "بیگانگی کی نظمیں " کے عنوان سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔جس میں ان کے بارہ شعری مجموعے شامل ہیں۔اس کے بعد ان کا ایک اور شعری مجموعہ ۲۰۰۷ء میں "جنم ایک آندھی " کے نام سے بھی طبع ہوا۔جس میں تبسم کاشمیری اور شاہین مفتی کے مضامین شامل ہیں۔

انیس ناگی چونکہ لسانی تشکیلات کی تحریک سے وابستہ تھے اس لیے انہوں نے نظموں میں ایک نیا ذائقہ روشناس کروایا۔ان کی تراکیب اور مضامین بالکل منفرد اور نئے ہیں ۔انہوں نے غزل کو ازکار رفتہ صنف قرار دیا اور اپنے شعری تجربات کے ذریعے بتایا کہ نظم ہی اردو شاعری کا مستقبل ہے۔"بیگانگی کی نظمیں " کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ تمام منظومات آزاد نظم اور نثری نظم کے پیکروں میں لکھی گئی ہیں۔میں چاہتا تو بآسانی غزل کی جگالی بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے اس سے دانستہ طور پر اجتناب کیا ہے۔کیونکہ غزل میں نئی معنویت کا امکان ایک مدت سے ختم ہو چکا ہے ، اس کا سب کچھ گھس گیا ہے۔میں جس دنیا سے گزر رہا ہوں وہ مشرق اور مغرب کی ملی جلی دنیا ہے۔وہ اپنے ادراک کے لیے نئے شعور کا مطالبہ کرتی ہے ، جب مادی اور معاشرتی حالات بدلتے ہیں تو زبان بھی بدلنے لگتی ہے۔"[۵]

انیس ناگی کی بیشتر نظموں میں ہمیں زبان کے تجربات نظر آتے ہیں۔ان میں خالصتاً زبان یا اسلوب کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ نظم کی کرافٹنگ انوکھے موضوعات سے ہم آمیز ہو کر ایک نئے ذائقے کو جنم دیتی ہے۔جس سے لسانی تشکیلات کا عمل ایک نئی سمت کی طرف سفر کرتا ہے۔انیس ناگی نے مختلف موضوعات کے ذریعے زبان کے مزاج کو تبدیل کرنے کی سعی کی۔ان کی نظم " میں کہ درویش ہوں " دیکھئے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

" بس تم اتنی جلدی ڈر جاتے ہو

لیکن آج بھلے مانس کی توبہ کا دن ہے

میں نے دن چڑھتے ہی وہموں کی کشکول الٹ دی تھی"

(بیگانگی کی نظمیں، ص۔۱۳،۱۴)

اسی طرح ان کی نظم "کیونکر جدا ہوا" سے بھی چند سطریں دیکھئے:

"میں جدا اس سے کیسے ہوا؟

کیسے بتاؤں رات آئی سب فصلیں گر چکی تھیں

ناف تک شعلے لبوں پر زہر دریا بن چکا تھا

دفعتاً آنکھیں مری روشن ہوئیں

تو سیڑھیوں پر چڑھتے سورج میں بدن کاخواب دیکھا"

(ایضاً۔ص۔۲۲)

ایک اور نظم "وراثت کا خوف "بھی قابلِ ذکر ہے

"چراغ روشن کروں تو کیسے

کہ میرے کھیسے میں ست باتیں ، گئے دنوں کی صداقتیں ہیں

ہزار راتوں کی تیرگی ہے

جو راستوں پر یوں ڈگمگانے لگی ہے

جیسے وفات کے وقت آرزوئیں سنبھل سنبھل کر بکھر رہی ہوں"

(ایضاً،ص۔۳۳)

مندرجہ بالا نظموں میں کہیں بھی مقامی لفظ برت کر لسانی تشکیلات کا عمل نہیں دکھایا گیا بلکہ انیس ناگی نے لفظوں کے ذریعے ایسی صورت حال کو جنم دیا ہے جو انسان کے جدید مسائل اور گھمبیر تا کو ظاہر کرتے ہیں۔اگر غور کیا جائے تو 'وہموں کا کشکول'،' سورج میں بدن کا خواب' ، 'کھیسے میں ست باتیں 'وہ الفاظ ہیں جو تجریدیت کے ذریعے لسانی تشکیلات کا نیا تصور قائم کررہے ہیں۔

انیس ناگی نے مختلف استعاروں کے ذریعے مادی زندگی کی بے رحم حقیقتوں کو آشکار کیا ہے۔انسان جب تشکیک اور تذبذب کا شکار ہوتا ہے تو وہ اپنے ماضی کی تلاش میں نکلتا ہے۔انیس ناگی نے اپنی نظموں میں انسان کی وجودی کیفیات کو کھوجنے کی سعی کی ہے۔جس میں وہ موضوعات کو مختلف لفظوں اور نئی اصلطاحات کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔"ایک عدم پیروی کا مقدمہ"ایسی ہی نظم ہے جس میں لسانی تشکیلات کی نئی صورت ہمارے سامنے آتی ہے۔چند سطریں دیکھئے:

"اس نے آناً فاناً سارے کپڑے فرش پر پھینک دیے

اور آئینہ ننگ دھڑنگا تھا

اس نے عکس کو جلدی سے پہنا

اور شہ رگ کو میخوں کی بارش نے چھلنی کر کے آئینہ توڑ دیا تھا"

(ایضاً، ص۔۸۳،۸۲)

"ایک نئی وبا" سے چند سطریں ملاحظہ کیجئے:

"آپ بھی جانتے ہیں

مری جیب میں کچھ کرنسی کے کاغذ ہیں

مہینے کی محنت کی صورت میں سکڑے ہوئے ہیں"

(ایضاً، ص۔۱۰۴)

مندرجہ بالا نظموں میں مختلف لفظوں کے ذریعے زبان کے متنوع امکانات کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔انہوں نے لسانی مباحث اور ساختیاتی فکر کو بھی نظموں کا حصہ بنایا ہے۔اس سے انیس ناگی کے لسانی شعور کا بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ کس طرح زبان میں چھپے امکانات کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔یہاں ان کی نظم "میرے معنی صورت میں ہیں " سے چند سطروں کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

"عورتوں کے بدن کی سیاحت سے تھک ہار کر میں

حروف تہجی کے چھتیس شہروں کے اس پار اترا

کہ اصوات کے معجزے سے میں

اس عالم وارداتِ وجودِ مسلسل کی تعبیر ڈھونڈوں گا

(ایضاً، ص۔۱۳۱)

"نوحہ۵" سے بھی چند سطریں دیکھئے:

"جہاں ہر ایک اپنی طفلانہ خواہش کی تکمیل میں دوسرے سے اجنبی تھا، جہاں ہر کوئی دوسرے کی غفلت سے اپنی ذہانت کا چراغ جلاتا، اپنی لسانی اور نسلی عظمت کے گیت گاتا تھا۔"

(ایضاً، ص۔۱۵۰)

اسی طرح ان کی نظم "لفظوں کی مملکت " بھی قابل غور ہے:

"لفظوں کی مملکت میں

کچھ اور ہی مزہ ہے

یہ غیب سے نکل کر

یہ دم بدم ابھر کر

جو کچھ نظر سے اوجھل

اس کے پیامبر ہیں

لفظوں کی مملکت سے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

باہر نکل کر دیکھو

(ایضاً، ص۔۵۴۱،۵۴۲)

ان نظموں میں انیس ناگی نے حرف اور معنی کے تعلق کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ معنی کا کوئی دائرہ اور حتمیت نہیں ہوتی۔بلکہ یہ بولنے اور سننے والے کے تصور کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔جب بھی کسی کے ذہن میں کوئی لفظ سن کر مختلف معنی جنم لیتا ہے اصل میں وہی ہر کسی کے نزدیک معنی کی اصلیت اور حقیقت ہوسکتی ہے۔بہر حال انیس ناگی کی ان نظموں میں لسانی نظریات کے علاوہ زبان کے بننے کا عمل نظر آتا ہے۔"بیگانگی کی نظمیں " کے بعد ان کا شعری مجموعہ "جنم ایک آندھی "۲۰۰۷ء میں طبع ہوا۔اس کتاب میں بھی بیشتر جگہوں پر یہی عمل اور نظریہ نمایاں ہے۔جبکہ اس مجموعے کے نام میں بھی لسانی تشکیلات کا عمل دکھائی دیتا ہے۔ان کی ایسی نظموں میں "فریب"،"ایک تشاعر کے لیے"،"ایک جملہ زندگی"،"بوجھ سے بوجھل"،" ایک ساختیاتی نظم" اور "لکھوں اور لکھوں" شامل ہیں۔

انیس ناگی نے لسانی تشکیلات کے عمل سے زبان کو بگاڑنے کی بجائے بنانے اور سنوارنے کا کام کیا ہے۔انہوں نے اپنی نظموں کو لسانی تشکیلات کی آڑ میں بے معنی ہونے سے بچایا۔ان کے ہاں مختلف تراکیب اور بامعنی نکات تلاش کیے جاسکتے ہیں۔انیس ناگی نے نہ صرف زبان کے تجربات کیے بلکہ انہوں نے انسان کو اس کی اصل صورت کیساتھ بیان کیا ہے۔نبیلہ اکبر اپنے مضمون "بیگانگی کی نظمیں" میں لکھتی ہیں کہ:

"بیگانگی کی نظموں میں اگر ایک سطح پر انسانی ذات اور اس کے تخلیے کو از سر نو دریافت کیاہے تو دوسری سطح پر اس کی پبلک ورلڈ کی ایک مختلف منظر میں شناخت کی ہے۔اس میں نئے انسان کی وہ دنیا دریافت کی گئی ہے جو حقیقت اور رویا کے امتزاج سے سے قریب ہوتی ہے اور ہمارے سامنے ایک نیا جہان واردات آتا ہے جو ابھی تک اردو شاعری کیلئے ممنوع رہا ہے۔"[۶]

انیس ناگی کی نظمیں ذات اور حیات کو بیان کرنے کے لیے اپنی زبان خود خلق کرتی ہیں۔انیس ناگی نے انفرادی وجود کی آواز کو بین الاقوامی بیانیے سے جوڑا ہے۔وہ ایک ایسے انسان کی آوز بنتے ہیں جو بیگانگی کے دنوں میں جی رہا ہے اور اس کے وجود کو فراموش کیا جارہا ہے۔انیس ناگی کی نظمیں بے بسی ، تنہائی اور خوف کو اپنا موضوع بناتی ہوئی ہر عہد کے انسان سے مکالمہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ رشید امجد ،ڈاکٹر،پاکستانی ادب کے نمایاں رجحانات،مشمولہ،پاکستانی ادب،پورب اکادمی،اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص۔۹

۲۔ افتخار جالب ،مآخذ(مقدمہ)،مکتبہء ادب جدید، لاہور، ندارد،ص۔۱۳

۳۔ خواجہ محمد زکریا،ڈاکٹر،اردو نظم کے پچاس سال ، مشمولہ، عبارت ، دھنک پرنٹرز، راولپنڈی،۱۹۹۷ء،ص۔۸۲

۴۔ ایضاً،ص۔۹۵،۹۶

۵۔ انیس ناگی بیگانگی کی نظمیں(دیباچہ)، تخلیقات، لاہور ،۲۰۰۰ء، ص۔۱

۶۔ نبیلہ اکبر ، بیگانگی کی نظمیں،مشمولہ، انیس ناگی(نئے ادب کا معمار)، حسن پبلشرز، لاہور ،۲۰۰۷ء، ص۔۵۷